© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

(۳)

دنیا کے آزاد ترین ممالک اس لحاظ سے بدنصیب ہیں کہ ان کی آزادی کی ساری دولت پر ایسی ناسق قیادتیں قابض ہیں جو سرمائے اور ذہنی برتری کے زور سے عوام کے ووٹ حاصل کر کے حکمران بن گئی ہیں اور اپنی ریاستوں کے تمام ذرائع و وسائل کو اپنی اغراض کی خدمت میں لگائے ہوئے ہیں۔ برطانیہ، امریکہ، روس اور دوسرے تمام ممالک میں آزادی صرف برسرِ اقتدار طبقوں اور پارٹیوں کی جاگیر ہے اور بچارے عوام ان طبقوں اور پارٹیوں کے سامنے غلامی کے مقام پر کھڑے ہیں۔ یہی حال دوسرے چھوٹے بڑے ممالک کا ہے اور اسی حال میں برِ عظیم ہند کے باشندے مبتلا ہیں۔

ہماری آزادی کی جدوجہد کا پہلا مرحلہ انگریزی اقتدار سے نجات پانے کے لئے تھا، دوسرے مرحلے میں ہندوستانی امپریلزم کے خطرے سے بچ نکلنا مطلوب تھا، اور اب تیسرا مرحلہ جو قوم کو درپیش ہے، اس میں ہمیں پنے گھر کے خطرناک ترین امپریلزم سے نجات پانے کی جدوجہد کرنی ہے۔ بتانِ کلیسا کی بندگی سے ہم نکل چکے ہیں، بتانِ دیر بھی ہمیں اپنا زناری بنانے میں ناکام رہے ہیں لیکن اب جھگڑا بتانِ حرم سے ہے جن کی شانِ خداوندی میں کچھ زیادہ تقدس اس وجہ سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ ہمارے خودساختہ بت ہیں اور پھر ستم یہ کہ ان کے ہونٹوں پر لا الٰہ الا اللہ کا کلمۂ طیبہ بھی رقصاں رہتا ہے۔ غیروں کے مقابلے میں اپنوں کی غلامی سے نکلنے میں بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ اپنے بہرحال اپنے ہوتے ہیں، ان کی برادریاں اور پارٹیاں ہوتی ہیں، چاروں طرف اُن کے روابط کے جال پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، وہ قوم کی نفسیات اور اس کے مذاق، و رجحانات کے رمز آشنا ہوتے ہیں، وہ عوام کی دکھتی رگوں کو جانتے ہیں، وہ اس سیاسی لیلیٰ کے ماہر ہوتے ہیں جس سے قوم مسحور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو سکتی ہے، وہ ان نعروں اور اصطلاحوں کے صحیح استعمال کے رازداں ہوتے ہیں جن سے بڑے بڑے اہلِ خرد کو بے وقوف بنایا جا سکتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ فرعون اور اس کے بنائے ہوئے بتوں کے خلاف بنی اسرائیل کو نفرت دلانے کے لئے اُس شدید "ضربِ کلیمی" کی ضرورت نہ تھی جو بنی اسرائیل کے اپنے بنائے ہوئے "العجل" کا سحر توڑنے کے لئے حضرت موسیٰؑ نے استعمال کی تھی!

بہ حیثیت مسلمان ہمارا تصورِ آزادی ساری اقوام سے نرالا ہے۔ ہم اپنے آپ کو اُس وقت تک آزاد نہیں سمجھ سکتے جب تک ہم اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت و اطاعت کے لئے انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں غیر الٰہی ضابطہ و قانون سے آزاد نہ ہو جائیں — چاہے وہ ضابطہ و قانون سمندر پار سے آیا ہو یا اپنے دیس کے لوگوں کا ایجاد کردہ ہو۔

جب تک ہمارے اوپر غیر اسلامی دستور، غیر اسلامی قانون، غیر اسلامی نظامِ تعلیم، غیر اسلامی سیاست و معیشت اور غیر اسلامی تہذیب و تمدن مسلط ہے اُس وقت تک ہماری غلامی کی زنجیریں نہیں کٹیں۔ ہمارے لئے صبحِ آزادی اُس وقت طلوع ہوتی ہے جب ہم اپنی پوری ملی زندگی کو کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھالنے پر قادر ہو جائیں اور اس مدعا کو حاصل کرنے میں نہ غیروں کی طرف سے کوئی رکاوٹ باقی رہے، نہ اپنوں کی طرف سے کوئی مزاحمت!

یہی تصورِ آزادی تھا جو برعظیم ہند کے غیر مسلموں کے ساتھ مل کر ایک متحدہ قومیت بنانے اور ایک مشترکہ جمہوری ریاست کی بنیاد ڈالنے میں مانع ہوا اور اسی کی وجہ سے ہم مجبور ہو گئے کہ اپنے لئے ایک جداگانہ خطۂ زمین حاصل کریں۔ یہ خطۂ زمین گرانبہا قربانیوں کے عوض میں ہمیں حاصل ہوا، در آنحالیکہ دوسری قربانیوں کے ساتھ ہمیں تقسیم کی مہلک ناانصافیاں بھی گوارا کرنی پڑیں لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ اس خطۂ ارضی کی آزادی کی ساری دولت انگریز کے جانشینوں کے سپرد کر دی گیا ہے جو اس کو نظامِ اسلامی کی تعمیر پر صرف کرنے میں برابر لیت و لعل کر رہے ہیں۔ کل یہی لوگ تھے کہ اسلامی نظامِ تمدن و سیاست کے نام پر آزادی کی جنگ میں مسلمان عوام کا تعاون حاصل کر رہے تھے لیکن آج یہی لوگ ہیں کہ عوام کی طرف سے اسلامی نظام کے مطالبے پر ان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چہرے غضب آلود ہو جاتے ہیں اور جو لوگ عوام کے اسلامی مطالبات کو آگے بڑھ کے واضح کرنا چاہتے ہیں، اُن کو دبانے کے لئے بے محابا سیفٹی ایکٹ جیسے خلافِ اسلام قوانین کا استعمال کرنے سے نہیں چوکتے۔ ہم نے ان کو آزادی کا متولی اگر بنایا تھا تو اس لئے کہ یہ اپنے وعدوں کے مطابق دولتِ آزادی کو رضائے الٰہی کے مطابق صرف کریں گے، لیکن عام وعدوں کے علاوہ خدا کی نیابت اور حدود اللہ کی پابندی کے قطعی دستوری اعلان کے بعد بھی ہمارے متولیوں کی روش میں کوئی حقیقی تغیر نہیں آیا جس سے یہ امید باندھی جا سکے کہ آزادی کے اسلامی تصور کے نقطۂ نظر سے یہ حضرات آئندہ مراحل میں ہمارے کسی کام آ سکتے ہیں۔ اب کوئی چارہ کار اس کے سوا باقی نہیں ہے کہ ہم اپنے ان متولیوں کو بدل دیں۔

ہمارے سامنے اب ایک صحیح اسلامی دستور مرتب کر کے اس کی بنیادوں پر سیاست و معیشت کے اسلامی نظام کو استوار کرنے کا تعمیری پروگرام ہے۔ اس تعمیری کام کے لئے ہم کو نئی ذہنیت، نئی علمی قابلیت اور نئی سیرت رکھنے والے انجینیر، معمار اور مزدور درکار ہیں، ہمیں اپنی ضروریات کے لئے نئی دستور ساز اسمبلی چاہئیے نئی پارلیمنٹ اور اسمبلیاں چاہئیں، نیا کابینہ چاہئیے، نئی داخلہ اور خارجہ پالیسی چاہئیے، نیا نظم و نسق اور اسے چلانے کے لئے نئے کارکن چاہئیں۔

اس ہمہ گیر تبدیلی کے لئے پیش آمدہ انتخاب سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا اگر قوم تہیہ کر لے تو انقلابِ قیادت بپا ہو سکتا ہے اور ہم اسلام کے دیئے ہوئے تصور کے مطابق کامل آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔

ان امور کا احساس پاکستانی عوام میں کم ہی، لیکن موجود ضرور ہے۔ اس احساس کو متقدر عناصر کی کارگذاریاں روز بروز زیادہ گہرا کر رہی ہیں، اور اگر ایک منظم جماعت اس احساس سے صحیح کام لینے کے لئے میدان میں نکل آئے تو کوئی وجہ نہیں کہ مفید نتائج برآمد نہ ہوں۔ ہمیں یقین ہے کہ آنے والے انتخابات میں عوام کا زاویہ نگاہ وہ نہیں ہوگا جو اب سے پہلے رہ چکا ہے۔

ایک وقت تھا کہ انتخابات میں ووٹر یہ دیکھا کرتے تھے کہ کونسا امیدوار انگریز کا آلۂ کار ہے اور کس امیدوار میں حُبِّ وطن کارفرما ہے، پھر دوسرے دور میں یہ سوال پیشِ نظر تھا کہ کون کانگرسی ہے اور کون مسلم لیگی ہے؟۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب یہ دونوں دور گزر چکے ہیں اور اب نہ انگریزی اور ہندوستانی کا سوال کوئی معنی رکھتا ہے، نہ کانگریس اور مسلم لیگ کا سوال چھیڑنے کی کوئی بنیاد باقی رہ گئی ہے۔ اب انڈیا میں اس امر کا کوئی امکان نہیں کہ کانگریس کے کہنے پر وہ آنکھیں بند کرکے نائی اور بھنگی کو ووٹ دے دیں اور پاکستان میں اس کا کوئی موقعہ نہیں کہ عوام سوچے سمجھے بغیر ہر اس لکڑی کے کندھے کو نمائندہ منتخب کریں جس کی طرف مسلم لیگ نے اشارہ کردیا ہو۔ اب انڈیا کے ووٹروں کو قدرتی طور پر یہ سوچنا ہوگا کہ کون کیسا خادم ثابت ہوسکتا ہے اور کس کے پاس کیا پروگرام تعمیر و ترقی کے لئے ہے۔ اسی طرح پاکستان کے رائے دہندگان کو اب انتخاب اس نقطۂ نظر سے کرنا ہوگا کہ کس کے علم و بصیرت اور اخلاق و تقویٰ پر یہ بھروسہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ ایک صحیح اسلامی دستور پر پاکستان کے استحکام و ترقی کے سامان کرسکتا ہے اور اسلام کے اصولوں سے عوامی مشکلات کو حل کرکے دکھا سکتا ہے۔

ہمارے عوام میں اگر آزادی کے شعور و احساس کی کچھ روشنی بھی پھیل سکی ہو تو پھر اُن سے یہ امید نہ رکھنی چاہئے کہ اب بھی وہ دورِ غلامی کی طرح روپے پیسے کو، جاگیرداروں اور کارخانوں کو، کوٹھیوں اور کاروں کو، قالینوں اور صوفوں کو اور دکانوں اور خطابوں کو سامنے رکھ کر ووٹ کی قیمتی دولت کو لٹا سکیں گے۔ آزادی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے اکابر کے علم اور بصیرت کا، ان کی دینداری اور تقوے کا، ان کے اخلاق اور اطوار کا پورا پورا امتحان کرکے کوئی ذمہ داری ان کو سونپیں۔ عوام کے زاویۂ نگاہ میں اگر یہ تبدیلی عملاً پیدا ہوگئی تو سمجھ لیجئے کہ ملک کی آزادی و ترقی کی ساری راہیں کھل گئیں اور اگر اس تبدیلی کو روک دیا گیا تو یقین جانئے کہ غیر ملکی طاقتوں کی غلامی سے بدتر قسم کی غلامی —— اپنوں کی غلامی —— ایک عرصے کے لئے بطورِ سزا اُن پر مسلط ہوجائے گی۔

ایسی ہمہ گیر اور دوررس تبدیلی کے امکان کو ہمارے پرانے اقتدار پسند حضرات بہرحال محسوس کر رہے ہیں، اور اسے روکنے کی ہر ممکن العمل تدبیر اُن کے زیرِ غور ہے۔

خدا ناشناسی اور فسق و فجور کی طاقتوں کو عرصۂ دراز سے خدا پرستی اور صالحیت کی طاقتوں سے دوبدو ہونے کا موقع پیش نہیں آیا۔ بلکہ دین و سیاست کی تفریق کے نظریے کو رائج کئے خدا پرستی اور صالحیت کی طاقتوں کو میدانِ عمل سے باہر دھکیل دینے کے بعد فسق و فجور کا مقابلہ فسق و فجور ہی سے ہوتا رہا ہے۔ لیکن اب یہ

© rasailojaraid.com